دیوبندیت کی تطہیر ضروری ہے

ایک تجزیہ...... ایک فکر

رشحات قلم

مفتی محمد سعید خان

ناشر: شعبہ نشر واشاعت تحریک خدام اہل السنۃ والجماعۃ پاکستان
فون نمبر: 0543-554566

جو علماء کرام، بدعات کا رد کریں گے، ان کے لیے ایک

خوشخبری

حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

''جب بھی کوئی شخص اسلام میں کسی بدعت کو ایجاد کرے گا اور پھر اس بدعت کے ذریعے اسلام میں رخنہ ڈالنے اور مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کریگا تو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے لیے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ وہ ہر بدعت کے ظہور پر اپنے دوستوں (اولیاء اللہ) میں سے کسی ایک دوست (ولی) کو اس کام پر لگا دے کہ وہ (ولی) اس بدعت سے اسلام کا دفاع کرے اور (امت کو اس بدعت سے بچانے کے لیے) اس بدعت کی نشاندہی کرتا رہے۔

سو لوگو! تم ایسے (اولیاء اللہ اور بدعت کا ردّ کرنے والے) علماء کی صحبت میں حاضری کی قدر کرنا کیونکہ وہ بدعتیوں کی بدعت کا ردّ کرتے رہیں گے۔

اور (ہدایت پانے کے لیے) اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو اور وہ یقیناً (ہدایت دینے کے لیے) کافی ہے اور کارساز ہے۔''

عن ابی هريرة رضی اللّٰه عنه قال قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ان للّٰه تعالیٰ فی كل بدعة كيدبها الاسلام وأهله ولياً صالحاً يذب عنه وتكلم بعلاماته ، فاغتنموا حضور تلك المجالس بالذب عن الضعفاء وتوكلوا على اللّٰه .وكفى باللّٰه وكيلا.(حلية الاولياء للحافظ ابى نعيم ، رقم :٦٨٣، زكريا بن الصلت رحمة اللّٰه عليه ، ج:١٠، ص:٤٠٠.(٢) كتاب الضعفا الكبير للعقيلى السفرا لثالث .رقم : ١٠٧٤ .عبدالغفار المدينى، ج:٣، ص:١٠٠، (٣)جمع الجوامع للسيوطى رحمة اللّٰه عليهم).

صحابہ کرامؓ اور موعودہ خلفائے راشدینؓ حق اور معیارِ حق ہیں

قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں:

چونکہ از روئے قرآن مہاجرین و انصار اور ان کے متبعین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رضامندی کی سند عطا فرما دی ہے۔ وہ سب حق ہیں اور اُن سے حق ہی ملتا ہے، ان کے مابین فروعی اور اجتہادی اختلافات رونما ہوئے ہیں ان کو حق و باطل کا اختلاف نہیں کہہ سکتے کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث کے مطابق اجتہادی خطا میں بھی مجتہد کو بھی ایک ثواب ملتا ہے۔

لہذا صحابہ کرامؓ اور قرآن کے موعودہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم سب حق اور معیار حق ہیں اُن پر تنقید و جرح کرنا اور اُن کو معیار حق قرار نہ دینا دینِ اسلام کی خدمت و تعمیر نہیں بلکہ تفریق و تخریب ہے۔

(بشکریہ: ماہنامہ حق چار یارؓ "قائد اہل سنت نمبر" صفحہ 1225)

وَارثِ زَمزَم

صلی اللہ علیہ وسلم

وہ میرے آقا — عَدلِ مُجَسَّم صلی اللہ علیہ وسلم
وہ میرے **مَـــوْلا** — حُبّْ وتَرَحُّم صلی اللہ علیہ وسلم
وہ میرے **مُقَدَّس** — عِفَّتِ مَرُیَم صلی اللہ علیہ وسلم
وہ میرے **اَطْیَبْ** — طِیُب میں مُدُغَم صلی اللہ علیہ وسلم
وہ میرے **قُثَـــمُ**[1] — تَبرِیکِ عَالَم صلی اللہ علیہ وسلم
وہ میرے **نـاطِق** — اَسْلِم تَسْلِم صلی اللہ علیہ وسلم
وہ میرے **هـادی** — مُرسَلِ خَاتَم صلی اللہ علیہ وسلم
وہ میرے **وافٍ**[2] — جَانَم جَانَم صلی اللہ علیہ وسلم
وہ میرے **سَـاقی** — وَارثِ زَمُزَم صلی اللہ علیہ وسلم
وہ میرے **یـاسِر** — یسر دوعَالَم صلی اللہ علیہ وسلم
وہ میرے **حـاشر**[3] — نشرِ معظَّم صلی اللہ علیہ وسلم
وہ میرے **مَـوْرِدْ** — اِس دَم اُس دَم صلی اللہ علیہ وسلم
وہ میرے **شـافِع** — شفیعِ مُسلَّم صلی اللہ علیہ وسلم
مَیں بَد **باطِن** — وہ قلب کے مَرہَم صلی اللہ علیہ وسلم
مَیں چا کر اُن کا — ہر دَم ہر دَم صلی اللہ علیہ وسلم

کلام: مفتی محمد سعید خان

---

[1] مبارک، وہ ہستی جس میں ہر طرح کی برکات جمع کر دی گئی تھیں۔
[2] جس ہستی نے اپنا ہر قول پورا کیا، وفا کنندہ۔
[3] سب سے پہلے اپنی قبر سے اٹھنے والے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیو بندیت کی تطہیر ضروری ہے۔

ایک تجزیہ............ایک فکر

مفتی محمد سعید خان

اللہ تعالیٰ نے جس دین قویم کے ساتھ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، اس میں بدعات کا روگ............صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے آخری دور میں شروع ہو گیا تھا۔

بدعات کا تعلق عقائد سے بھی تھا اور اعمال سے بھی۔ حدیث، تاریخ اور اسماء الرجال کی کتابوں میں ایسے بیسیوں واقعات مل جائیں گے کہ اسلام کی حقیقی صورت کو محفوظ رکھنے کے لیے حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ان بدعات کا سختی سے ردّ فرماتے تھے۔

یہ عقائد کی بدعات ہی کا شاخسانہ تھا کہ خوارج، معتزلہ، قدریہ، جہمیہ اور شیعہ وجود میں آئے، انہوں نے عقلیات کے زور اور جعلی نقلیات کی بنا پر الگ راہ اختیار کی۔ خوارج نے امیر المؤمنین خلیفہ راشد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خلافت حتیٰ کہ ان کے مسلمان ہونے سے بھی انکار کر دیا۔ معتزلہ اور شیعہ رویت باری تعالیٰ کے منکر ہوئے اور قدریہ وجہمیہ نے تقدیر جیسے اہم بنیادی اور نازک ترین مسئلے پر موشگافیاں کیں۔

اھل السنۃ والجماعۃ، جن کے آئمہ اور قدوہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تھے، اُسی صحیح عقیدے پر ثابت قدم اور رواں دواں رہے، جو عقیدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں نازل فرمایا تھا اور جس عقیدے کی تلقین حضرت خاتم النبیّن، جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کی تھی۔ عقیدے کا یہ صافی چشمہ تسلسل سے بہتا رہا۔ علمائے اھل السنۃ والجماعۃ ہر دور میں اس کے کنارے باندھتے رہے اور ہر

عہد میں چوکنّے رہے کہ مبادا اس صاف وشفاف آبِ حیات میں بدعت کی کوئی آمیزش شامل نہ ہو جائے۔ چنانچہ عہد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی سے بدعات کا ردّ شروع ہوا۔

رویت باری تعالیٰ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر تنقید کی بدعات وجود میں آئیں تو ان کا ردّ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا، صفات باری تعالیٰ کا مسئلہ تابعین وتبع تابعین کے دور میں جس شدومدّ سے اٹھا، اس نے اُمت مسلمہ کی چولیں ہلا کر رکھ دیں لیکن اھل السنۃ والجماعۃ نے ان بدعات کا —— جن میں سے بعض کی حدود کفر سے جا ملتی تھیں —— خم ٹھونک کر مقابلہ کیا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی استقامت نے اھل السنۃ والجماعۃ کا علم بلند رکھا اور ان کے اس رویے نے خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا ابی بکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہما کے دور کی یاد تازہ کردی۔

یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ ہندوستان میں اپنے دور کے مجدد اعظم، نابعہ روزگار، امام ربانی، ایک عہد ساز شخصیت اور اھل السنۃ والجماعۃ کے امام الائمۃ حضرت احمد سرہندی مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کا نام قرعۂ فال میں نکلا۔ انہوں نے بھی امام الہدیٰ حضرت ابو منصور ماتریدی اور حضرت ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہما کی تعلیمات کو عام کیا۔ مسلک اھل السنۃ والجماعۃ کے حامل لواء ہوئے۔ صحیح عقیدے کو بار بار تحریر فرمایا، دہرایا اور اپنے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے منتسبین اور عامۃ الناس کے قلب وجگر میں اُتار کر دَم لیا۔ صحیح عقیدے، اھل السنۃ والجماعۃ کے ساتھ انتساب اور انہی سے منسلک رہنے کی فکر، ان پر اس درجہ مستولی تھی کہ اپنے مکتوبات میں بار بار اپنے متوسلین کو تاکید کرتے ہوئے، تحریر فرماتے ہیں۔

سعادت آثارا آنچہ بر ما وشما لازِم است تصحیح عقائد بمقتضائے کتاب وسنت برنہجیکہ علماء اہلِ حق شَکَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی سَعْیَھُمْ از کتاب وسنت آن عقائد را فہمیدہ اندواز آنجا اخذ کردہ چہ فہمیدنِ ما وشما از حیز اعتبار ساقط است اگر موافقِ افہام این بزرگواران نباشد زیرا کہ ہر مبتدِع وضال احکام باطلۂ خود را از کتاب وسنت	برخوردار! جو بات آپ کے لیے اور ہم سب کے لیے ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے ہم اپنے عقائد کو کتاب وسنت کے مطابق ایسے ہی درست رکھیں جیسے کہ علماء اہل حق —— اللہ تعالیٰ ان کو کوششوں کو قبول فرمائے —— نے ان عقائد کو کتاب وسنت سے سمجھا ہے اور وہیں سے انہیں لیا ہے کیونکہ (عقائد

می فہمد وازنجا اخذ مینمایدوَالْحَالُ اَنَّهٗ الا یُغْنِیُ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا.

(جلداول،مکتوب نمبر:۱۵۷)

کے معاملے میں) ہماری اور آپ کی سمجھ کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے عقائداور مسائل کوکتاب وسنت ہی سے اپنی عقل کے مطابق سمجھتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سچائی کے مقابلے میں باطل کا وجودکوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

وہ صوفی جواپنے خوابوں اورمکشوفات پر نازاں وفرحاں،انوارات وتجلیات کی دنیامیں کھوئے رہتے ہیں اُن پرعقیدہ اھل السنۃ والجماعۃ کی اہمیت واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

حضرت خواجہ احرارقدس اللہ تعالیٰ سرہ منقول است کہ میفرمودند کہ اگر تمام احوال ومواجیدرابمابدہند و حقیقتِ مارابعقائداہلسنت وجماعت متحلّی نسازند جز خرابی ہیچ نمیدانیم واگر تمام خرابیہارا بر ما جمع کنند وحقیقتِ مارابعقائداہل سنت وجماعت بنوازند ہیچ باکے نداریم.ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی طَرِیْقَتِهِمُ الْمَرْضِیَّةِ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا.

(جلد اول ، مکتوب نمبر :۱۹۳)

حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے یہ جملے منقول ہیں کہ ارشادفرماتے تھے کہ اگرہمیں تصوف کے تمام احوال اور سلوک کی ساری کیفیات دے دی جائیں اور ہمارے عقیدے اھل السنۃ والجماعۃ کے مطابق نہ ہوں تو ہم سمجھتے ہیں کہ سوائے تباہی کے کچھ نہیں ملااوراگر ہم میں دنیاجہان کی تمام برائیاں جمع ہو جائیں لیکن وہ عقیدہ اھل السنۃ والجماعۃ کے مطابق عنایت فرمادیں تو پھرہمیں کوئی ڈرنہیں اللہ سبحانہ ہمیں اورآپ کوحضرت سیدالبشر علیہ الصلاۃ والسلام کے طفیل اُسی عقیدے پرقائم رکھے جوکہ اُس کاپسندیدہ ہے

یہی وہ وارثت تھی جونسلاً بعدنسل منتقل ہوکرامام الہند،وارث علوم نبوت اورعلم وحکمت کے بحرذخّارحضرت احمد بن عبدالرحیم شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی۔انہوں نے اھل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے کا پھراعلان کیا۔اپنے دورمیں اِس کی ترویج کی اور''حسن العقیدہ'' کےعنوان سے چھ صفحات پرمشتمل ایک وثیقہ تحریرفرمایا،جس میں اھل السنۃ والجماعۃ کے عقائدکو''دریابکوزہ'' کے مصداق جمع فرمادیا۔

(ملاحظہ ہوان کی کتاب التفہیمات الالٰھیۃ،ج:اول،ص:۱۹۶،تفہیم:۶۵،مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآبادسندھ۔)

اوراس وثیقے کے آخر پرواضح الفاظ میں تحریرفرمایا:

فهـذا عـقيـدتـي أديـن الـلّٰه تعالىٰ بها ظاهرا وبـاطـنـا ، والـحـمدللّٰه أولا وآخرا وظاهرا وباطنا.

سو یہی میرے عقائد ہیں جنہیں میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کرتا ہوں۔ظاہر میں بھی اور باطن میں بھی میں انہیں عقائد پر قائم ہوں اوراس عقیدے کی تحریر کے آغاز میں اور اختتام میں اور ظاہری طور پر بھی اور دل سے بھی ان عقائد پر اللہ تعالیٰ کا شکرادا کرتا ہوں

التفہیمات الالٰھیۃ کے ایک اور نسخے کے مطابق وہ اھل السنۃ والجماعۃ کے اسی عقیدے کو ان تمام مسلمانوں کا عقیدہ قرار دیتے ہیں جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں اور پھر اپنے لیے بھی دعا مانگتے ہیں کہ اُن کو بھی قیامت میں اسی گروہ کے ساتھ محشور کیا جائے۔

" اللهم احشرني في زمرة أتباع الذين آمنوا مـع مـحـمد صلى اللّٰه تعالىٰ على خير خلقه وآلـه وصحبـه ومـن تبـعهم أجمعين ، وهو أرحم الراحمين."

اے اللہ وہ گروہ جو حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لایا اور وہ تمام لوگ جنہوں نے ان کی پیروی کی، میرا حشر قیامت میں ان ہی کے ساتھ فرما اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

اھل السنۃ والجماعۃ کا یہی وہ اُجلا نکھرا، نتھارا اور ہر علمی وفکری آلائش سے پاک عقیدہ تھا جس کے وارث حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی، حضرت شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی رحمہم اللہ ونوراللہ قبورھم ہوئے اور پھر اھل السنۃ والجماعۃ کے اسی عقیدے اور فکر کو ان شاہانِ دہلی سے لے کر امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ''صراطِ مستقیم'' میں اور حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تقویۃ الایمان'' میں ثبت فرمایا۔وہ ''تقویۃ الایمان'' جو بظاہر ایک کتاب ہے لیکن درحقیقت نور وعرفان کا وہ منبع ہے جس نے ہزارہا گم گشتگان راہ کو شرک وبدعت کے اندھیروں سے نکالا، انہیں کتاب وسنت کی راہ دکھائی، معرفت الٰہی کا سبق دیا اور عقیدہ توحید کو ببانگ دھل بیان کیا۔وہ ''تقویۃ الایمان'' جس کے سامنے شرک وبدعت کے علم سرنگوں ہوئے اور وہ ''تقویۃ الایمان'' جسے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی

اور حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی رحمہم اللہ جیسے حضرات نے اپنی صغرسنی اور زمانہ تعلیم میں پورا اخذ کیا اور وہ ''تقویۃ الایمان'' جو آج بھی ایسے ہی سدا بہار ہے جیسے کہ وہ آج سے دو صدیاں قبل تھی۔

مسلک اھل السنۃ والجماعۃ کا یہ نمائندہ مدرسہ دہلی میں تھا۔اپنوں کی ریشہ دوانیوں ، اس دور کے ہندوستان کے مولویوں کے حسد اور غیروں کی یلغار سے وہ ہدایت کا مرکز اُجڑا۔لیکن یہ کب ہوا ہے کہ اھل السنۃ والجماعۃ کا سفینہ ڈوب جائے اور عقائد صحیحہ کے حاملین صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں؟ مجددی اور شاہ ولی اللّٰہی علوم ومعارف کے ورثاء اور اپنے دور کے آئمہ اھل السنۃ والجماعۃ نے ان عقائد کو جن کا سِرا حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جا ملتا ہے اور جو معتدل جادہ حضرت امام الہدیٰ ابومنصور ماتریدی اور حضرت ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہما نے ہموار کیا تھا، اُن کی حفاظت کے لیے ایک نیا مدرسہ قائم کیا اور اب قدرت ومشیت الٰہیہ نے یہ چاہا کہ حضرت سید احمد شہید اور حضرت مولانا شاہ محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہما کے یہ جانشین اور ورثاء ایک نیا مرکز اور مدرسہ قائم کریں اور دہلی کی بجائے ضلع سہارنپور کے ایک قصبے دیوبند کا انتخاب ہوا۔

اھل السنۃ والجماعۃ کا نیا مرکز

مدرسہ عربیہ اسلامیہ، دارالعلوم دیوبند

اس چھوٹے سے قصبے، دیوبند میں قائم ہونے والے مدرسے سے فارغ ہونے والے طلباء کی نسبت ''دیوبندی'' قرار پائی اور آہستہ آہستہ اھل السنۃ والجماعۃ کے مسلک نے عوام الناس میں ایک نئی تعبیر اختیار کرلی ''دیوبندیت''

یہ دیوبندیت کیا ہے؟ یہ اس قصبے کا نام نہیں جو ضلع سہارنپور میں واقع ہے، یہ اُن در ودیوار کا نام نہیں جو دارالعلوم دیوبند کو قائم رکھے ہوئے ہیں، یہ اُن افراد کا نام نہیں جو دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے ہیں۔ بلکہ دیوبندیت نام ہے ٹھیک ان عقائد کا جو علم کلام میں کتاب وسنت سے اخذ کر کے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیے تھے۔عقیدہ طحاویہ میں اھل السنۃ والجماعۃ کے جو

عقائد تحریر ہیں، یہی دیوبندیت ہے پھر امام الہدیٰ حضرت ابومنصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ نے معتزلہ اور اشاعرہ کی باہمی چپقلش سے دور رہ کر سمرقند میں جن عقائد کو ترتیب دیا تھا بلاشبہ یہی دیوبندیت ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس آخری دور میں اھل السنۃ والجماعۃ کے اُجلے نتھرے ہوئے اور ہر علمی وفکری آلائش سے پاک عقائد ہی کا نام دیوبندیت ہے۔

یہ دیوبندیت کیا ہے؟ بس جہاں وہ اپنے عقیدے میں ماتریدی اور خالص ماتریدی ہیں، اپنے علمی اور فقہی مسائل میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کے بھی ٹھیٹھ مقلد ہیں اور ایسی تقلید کرتے ہیں جس کی بنیاد ان کا وہ صحیح علم ہے جو حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے انہیں وراثتاً اور نسلاً بعد نسل حاصل ہوا ہے نہ کہ وہ تقلید جس کی بنیاد لاعلمی ہے۔

دیوبندیت کا تیسرا جز، برائے تحصیل اخلاص، سلوک واحسان ہے اور یہ وہ منھل صافی ہے جس کا منبع مطہرہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند اور حضرت معین الدین چشتی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہم کے سوزِ دروں سے پھوٹا ہے اور اب تک پورے زور و شور سے جاری ہے۔

ان تینوں اجزائے ترکیبی کے مجموعے کا نام ''دیوبندیت'' ہے۔اس لیے ایک ''دیوبندی'' وہ فرد ہے جو کہ

(۱) اھل السنۃ والجماعۃ کے مطابق عقیدہ رکھتا ہو اور اپنے عقیدے کے اعتبار سے وہ ماتریدی ہو یا اشعری ہو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

(۲) تقلید کا قائل ہو اور یہ ضروری نہیں کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تقلید کرتا ہو، وہ خواہ شافعی المسلک ہو، یا امام احمد بن حنبل یا امام مالک رحمۃ اللہ علیہم کے مسلک کا پیروکار ہو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا لیکن بہرحال وہ آئمہ ھدیٰ میں سے کسی ایک کی تقلید کرتا ہو۔

(۳) تصوف کا قائل ہو اور اس کی بیعت واصلاح کا تعلق کسی بھی خانوادے سے، ضرور ہو۔اب یہ خانوادہ کون سا ہو؟ نقشبندی ہو یا چشتی اور پھر چشتیوں میں سے صابری ہو نظامی، پھر قادری ہو یا سہروردی اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن یہ ضروری ہے کہ وہ تصوف کے تمام اعمال کو بدعت قرار نہ

دے اور یقین واخلاص کے حصول کے لیے کسی بھی صاحبِ طریقت سے منسلک رہے۔

گویا کہ دیوبندیت مسلکاً ماتریدی یا اشعری،تقلیداً حنفی، مالکی، شافعی یا حنبلی اور طریقۃً نقشبندی، چشتی، قادری اور سہروردی ہے۔

اور دیوبندی نام ہے ہراس مسلمان کا جو خالص سُنی، مقلد اور صوفی ہے۔

دیوبندیت اسی لیے عزیز ہے کہ وہ پچھلے دوسو برس سے اھل السنۃ والجماعۃ کی ہی ایک تعبیر ہے وگرنہ وہاں کے در ودیوار اور فضا و موسم کا نام دیوبندیت نہیں اور نہ ہی ان افراد و آراء کی وقعت ہے، جو اھل السنۃ والجماعۃ کے گروہ سے الگ ہوجائیں۔ دیوبندیت یا اھل السنۃ والجماعۃ کا یہ نیّر تاباں زمانے کے افق پر پوری آب وتاب سے چمکتا رہا۔اس کی کرنیں کل عالم کو مستنیر کرتی رہیں۔ان کے اکابر خالصتاً لوجہ اللہ عوام کی رہنمائی کرتے رہے عقائد کی اصلاح، فقہی مسائل کا حل، بہترین اخلاقی تربیت، زندگی کا کون سا باب ایسا تھا جہاں انہوں نے مخلوق خدا کی رہنمائی، قیادت اور خدمت نہیں کی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اس سورج کو بھی نصف النہار سے مائل بہ زوال ہونا پڑا اور صحیح عقیدہ، صحیح علم اور صحیح تصوف ان تینوں میدانوں میں بدعات کا نفوذ ہوا۔ چنانچہ آج ہم جس دیوبندیت کو دیکھتے ہیں یہ وہ مسلک نہیں ہے، جو اس مدرسے کے بانیان وسرپرستان کا تھا یہ وہ عقائد نہیں ہیں جو حضرت مجدد اور شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ کے تھے۔ وہ حضرات اھل السنۃ والجماعۃ کے مسلک ومشرب پر مضبوطی سے پوری طرح نہ صرف یہ کہ قائم تھے بلکہ ان عقائد کے داعی وساعی بھی تھے۔انہوں نے اپنے مسلک کا واضح اعلان کیا، کتابیں تصنیف کیں، فتاویٰ مرتب کیے اور معرکۂ حق وباطل میں بھی ہر مقام پر اھل السنۃ والجماعۃ ہی کا پرچم تھامے رکھا۔

اس مسلک دیوبندیت میں تین دراڑیں پڑیں،عقیدہ میں بھی دراڑ پڑی، علم میں بھی دراڑ پڑی۔اور سلوک واحسان میں بھی دراڑ پڑی اور یہ دراڑیں ان علماء کرام نے ڈالیں جو اپنے آپ کو دیوبند کو منسوب کرتے تھے اور ہیں اور انہوں نے ہی عوام کو گمراہ کیا۔

اپنے اکابر یعنی اھل السنۃ والجماعۃ کے مسلک سے انحراف اور عقیدے میں پہلی دراڑ اس وقت پڑی جب یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کی نوعیت کیا ہے اور جو زائران کے روضۂ اطہر پر جا کر انہیں سلام پیش کرتا ہے، وہ اسے سنتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر سنتے ہیں تو ان کے سماع اور حیات کی کیفیت کیا ہے؟ بیسیوں اہل علم اور مشائخ کی آراء سماع وحیات مبارکہ کی تھیں اور ان کا کہنا یہ بھی تھا کہ ہمارے اکابر اور اھل السنۃ والجماعۃ کا مسلک یہی ہے۔ دوسری طرف کے علماء کرام کی ایک مکمل جماعت نے اس عقیدے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو پہلی جماعت کے علماء نے یہ بہت اچھی رائے دی کہ اس مسئلے کو اہل علم تک محدود رہنا چاہیے۔ عوام میں اس مسئلے کو بیان نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی اس کی اشاعت ہونی چاہیے۔ لیکن احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوٹا مسئلہ گلی کوچوں تک پہنچا اور پھر یہی خلیج وسیع سے وسیع تر ہوتی چلی گئی۔ اور اب حال یہ ہے کہ دونوں فرقے اپنے آپ کو دیوبند ہی سے منسوب کرتے ہیں۔ انہی اکابرین دیوبند رحمہم اللہ کے نام لیوا ہیں اور انہی کی نسبت سے تعلیم وتعلم میں مصروف ہیں۔ جبکہ ان میں سے یقیناً ایک گروہ اس مسلک سے منحرف ہے جو اکابرین اھل السنۃ والجماعۃ یا دیوبند کے علماء ومشائخ کا تھا۔

عقیدے میں دوسری دراڑ یہ پڑی کہ ان میں سے بعض حضرات نے سانحہ کربلا کو بغاوت قرار دیا۔ سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی صحابیت کا انکار، اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص، خلیفۂ راشد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو ترجیح دینا اور یزید کو امیر المؤمنین اور ایک خدا ترس انسان ثابت کرنے کی کوشش کرنا۔ یہ وہ دراڑ تھی جس نے دیوبندیت جیسی مخمل کی چادر میں ناصبیت کا پیوند لگایا، اور اب ہمارے دیار وامصار میں یہ حال ہے کہ یہ دیوبند کے منتسبین ردِّ شیعیت میں جب تک اپنا تعلق ناصبیت سے نہ جوڑ لیں، ان کی تردید مکمل نہیں ہوتی۔ چنانچہ اعتدال جو دیوبندیت اور اھل السنۃ والجماعۃ کا شعار تھا وہ جاتا رہا۔ اگر تنقیص صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم شدید گناہ ہے اور یقیناً ہے تو تنقیص اہل بیت عظام اور شہداء کرام رضی اللہ عنہم بھی اسی گناہ کے ہم پلہ

ہے۔شیعیت راہ ہدایت نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو اسی طرح ناصبیت بھی راہ ہدایت نہیں ہے یقیناً گمراہی، ہی ہے۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفۂ راشد قرار دینا اور پھران کو مہاجر، بدری اور بیعت رضوان میں شریک صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے افضل قرار دینا یہ اھل السنۃ والجماعۃ کا مسلک نہ تھا، نہ ہے، اور نہ ہی ان کی عقائد کی کتابیں اس عقیدے کی تائید کرتی ہیں مگر ہمارے دور میں یہ دراڑ گہری سے گہری ہوتی چلی جارہی ہے اور یہ سب پیوند، دیوبندیت ہی کے نام پرلگائے جارہے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے جوتوں کے تلے کی خاک، امت کے لیے سرمۂ توتیا ہے۔ بلاشبہ وہ صحابیٔ رسول علیہ الصلاۃ والسلام تھے، امیر عادل تھے لیکن نہ ہی وہ خلیفۂ راشد تھے اور نہ ہی ان کا دور حکومت خلافتِ راشدہ میں شمار ہوتا ہے۔اھل السنۃ والجماعۃ کا مسلک یہی ہے۔امام الہند حضرت اقدس شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ عقائد اھل السنۃ والجماعۃ پر اپنے کتابچے ''حسن العقیدہ'' میں تحریر فرماتے ہیں:

وابو بکر الصدیق امام حق بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی اللّٰہ عنھم ، ثم تمت الخلافۃ وبعدہ ملک عضوض. (التفھیمات الالٰھیہ ، ج: ۱ ، ص: ۱۰۲ ، تفھیم :۶۵)	اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق تھے اور پھران کے بعد سیدنا عمر، پھران کے بعد سیدنا عثمان، پھران کے بعد سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم، برحق آئمہ تھے پھر اس کے بعد خلافت کی مدت مکمل ہوگئی اور اس بادشاہت کا دور شروع ہوا جو کاٹ کھانے والی تھی

دیوبندی علماء اھل السنۃ والجماعۃ کا یہی مسلک تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا:

> اس لیے اہل سنت ان (حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ) کو باوجودیکہ صحابی سمجھتے ہیں، خلفاء میں نہیں گنتے۔ ملوک میں شمار کرتے ہیں لیکن ملوک ملوک میں

بھی فرق ہے ایک نوشیروان تھا ایک چنگیز خاں۔سو یہ ہر چند ملوک میں سے تھے
لیکن اس کے یہ معنی ہیں کہ خلفاء راشدین کے مقابلہ میں دنیادار معلوم ہوتے تھے
جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام اور انبیاء کے مقابلہ میں مالدار معلوم ہوتے ہیں۔

(ہدیۃ الشیعہ ،ص:٦٧،مطبوعہ کتب خانہ حقانیہ گارڈن روڈ پولیس ہیڈ کوارٹر کراچی نمبر٣)

اس لیے جو اہل علم غلط فہمی سے ''نواصب'' کا عقیدہ رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ یا تو وہ اپنے اس غلط نظریے سے توبہ کریں اور ناصبیت کو چھوڑ کر اھل السنۃ والجماعۃ دیوبندی علماء کرام رحمہم اللہ کی طرف رجوع کریں اور یا پھر اگر یہ نہ کر سکیں تو پھر یہ جھوٹ بولنا چھوڑ دیں کہ ہم دیوبندی ہیں۔

جذبات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ، یہ سوچیں کہ آج ایک شخص اھل السنۃ والجماعۃ کا کوئی ایک عقیدہ چھوڑ دیتا ہے ،کل دوسرا آدمی ذات وصفات باری تعالیٰ کے معاملے میں اسلاف کا کوئی دوسرا عقیدہ چھوڑ دیتا ہے پھر ایک تیسرا آدمی بھی یہی حرکت کرتا ہے تو یہ تینوں حضرات جو کچھ چاہیں عقیدہ اپنائیں، اپنے غلط نظریات کی تائید میں کتابیں لکھیں ،خواہ اپنے عقائد باطلہ کا پرچار کریں لیکن اپنے ان غلط عقائد کی نسبت، کم سے کم اھل السنۃ والجماعۃ کی طرف تو نہ کریں۔خوف خدا کی اتنی کمی اور آنکھوں کا پانی اتنا تو نہ ڈھلنا چاہیے کہ برسر عام صداقت کا خون کریں۔قادیانی حضرات کے ساتھ ہمارا جھگڑا کیا ہے؟ یہی نا کہ وہ بھی اپنے کفریہ عقائد کو اسلام کے نام پر پیش کرتے ہیں اور اھل السنۃ والجماعۃ یہی کہتے ہیں کہ لوگوں کو دھوکہ مت دو اور کفر کو اسلام کا لبادہ مت اوڑھاؤ۔

ایسے ہی ناصبی کررہے ہیں کہ اپنے گمراہ کن عقائد کو اھل السنۃ والجماعۃ دیوبندی حضرات کا عقیدہ قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ اکابرین اُمت رحمہم اللہ ان ہفوات سے کوسوں دور تھے۔

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کی بہت تمنا تھی ۔پہلی مرتبہ جب ہندوستان جانا ہوا تو لکھنؤ ان کی خدمت میں بھی حاضری ہوئی۔یہ زمانہ ان کی رحلت طیبہ سے کچھ ہی پہلے کا تھا۔امام اھل السنۃ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ دریافت کیا تو اگرچہ وہ معذور تھے لیکن اُن پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ چارپائی ہلنے لگی۔تمنا ہوئی کہ شاید

یہ ذکر نہ کیا جاتا تو بہتر ہوتا۔ کیا معلوم تھا کہ انہیں حضرت امام اھل السنۃ رحمۃ اللہ علیہ سے اس قدر تعلق اور محبت ہے انہوں نے منجملہ اور باتوں کے اس روایت کی بھی تصدیق فرمائی جو خود انہوں نے ہی اپنے موقر جریدے ''الفرقان'' ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ میں تحریر فرمائی تھی۔ ان کی تحریر یہ تھی۔

''مناظرہ کے میدان میں رہنے کے بعد راہ اعتدال پر قائم رہنا بڑی مشکل بات ہے۔ اللہ ہی اگر توفیق دے اور دستگیری فرمائے تو آدمی اعتدال پر رہ سکتا ہے ورنہ اس میدان میں قدم رکھنے والے کا افراط یا تفریط میں مبتلا ہو جانا ایک عام بات اور اکثری تجربہ ہے۔ ناچیز نے اس پہلو سے حضرت مولانا کو بہت ہی ممتاز اور باتوفیق پایا۔ صرف ایک مقولہ نقل کرتا ہوں جو مولانا سے میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے۔ ایک موقع پر حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درجات کا فرق بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سابقین اوّلین کی بھی پہلی صف کے اکابر میں ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اگرچہ صحابی ہونے کی حیثیت سے ہمارے سرتاج ہیں۔ لیکن حضرت علی مرتضیٰؓ سے ان کو کیا نسبت۔ ان کی مجلس میں اگر صفِ نعال میں بھی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جگہ مل جائے تو ان کے لیے سعادت اور باعث فخر ہے۔''

یہ ہے اھل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ اور نظریہ کہ حضرت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا بلاشبہ اپنی جگہ پر ایک مقام ہے۔ وہ قابل صد احترام ہیں لیکن ان کا تقابل امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کرنا! چہ معنی دارد؟

پھر یہ عقیدہ کچھ ایسا نہیں ہے، بلکہ حضرات آئمہ اھل السنۃ والجماعۃ رضی اللہ عنہم کے تمام عقائد کچھ ایسے نہیں ہیں کہ انہوں نے اپنے طور پر گھڑ لیے ہوں (معاذ اللہ) بلکہ ہر ہر عقیدے کا ثبوت یا تو قرآن کریم سے ہے اور یا پھر احادیث متواترہ اور مشہورہ سے۔ اور پھر ان متواتر اور مشہور روایات کو لفظاً یا معنًا یا ایک

نسل سے دوسری نسل کو اور یا پھر ایک قرن سے دوسرے قرن کو منتقل ہونے کا، شرف بھی حاصل ہے۔
ناصبی جو ہر ہر مقام پر سیدنا علی اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہما کا تقابل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ جو عقیدہ حضرت شاہ ولی اللہ اور امام اھل السنۃ حضرت مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہم اللہ نے بیان کیا ہے، کچھ خانہ زاد نہیں ہے بلکہ عہد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے معاملہ یونہی چلا آ رہا ہے۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے دور اختلاف میں ایک رائے یہ بھی تھی کہ ایک شوریٰ منعقد کر کے خلافت کا فیصلہ ان کی رائے کے مطابق کر دیا جائے۔ اور دو جلیل القدر صحابہ کرام، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابولدرداء رضی اللہ عنہما اس رائے سے نہ صرف یہ کہ متفق تھے، بلکہ وہ اس تجویز کو پیش نظر رکھتے ہوئے، فریقین سے گفتگو بھی کرنا چاہتے تھے۔ جب اس مقصد کے لیے انہوں نے سفر کرنا چاہا تو حضرت عبدالرحمٰن بن غنم الاشعری رضی اللہ عنہ جو اپنے مرتبے اور مقام میں ان دونوں حضرات سے اس قدر چھوٹے تھے کہ حتیٰ کہ ان کی صحابیت میں بھی اختلاف ہے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ ان کی صحابیت کے قائل ہیں لیکن جو قائل نہیں ہیں، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب التہذیب میں ان کا تذکرہ بھی کیا ہے، نے ان دونوں جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے عرض کیا۔

عَجباً منكما، كيف جاَز عليكما ماجئتما به تدعوان علياً أن يجعلها شورىٰ وقد علمتما أنه قد بايَعَهُ المهاجرون والأنصار وأهل الحجاز والعراق، وأنَّ من رَضِيه خيرٌ ممن كرِه، ومَن بايعهُ خير ممن يبايعه، وأي مدخل لمعاوية فى الشُّورىٰ وهو من الطُّلَقاء الذين لا تجوز لهم الخلافة وهو وأبو رؤوس الأحزاب .

(تهذيب الكمال فى اسماء الرجال ، باب العين ، رقم : ٣٩١٠، ج: ١١ ، ص: ٣٣٣)

مجھے آپ دونوں حضرات پر تعجب ہے کہ آپ اس بات کو کیسے جائز اور درست سمجھتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو چھوڑ رہے ہیں اور اس معاملے (خلافت) کے لیے شوریٰ بلا رہے ہیں؟ حالانکہ آپ دونوں کو اچھی طرح پتہ ہے (کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کیا مقابلہ؟) کہ مہاجرین، انصار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم، اہل حجاز اور اہل عراق، سبھی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بیعت کی ہے اور جو لوگ ان کی خلافت پر خوش ہیں، وہ ان

لوگوں سے زیادہ اہم (خیر) ہیں جو ان کی خلافت پر ناخوش ہیں اور جنہوں نے بھی اس خلافت کی بیعت کی ہے وہ اُن سے زیادہ اچھے ہیں جن لوگوں نے یہ بیعت نہیں کی۔

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو شوریٰ میں شامل کرنا، کیسے درست ہے جب کہ وہ تو ان لوگوں میں سے ہیں جو فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جن کو خلافت نہیں دی جاسکتی اور (کیا آپ کو یاد نہیں) کہ وہ (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) اور ان کے والد (حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ) تو کفار کے سرداروں میں سے تھے۔

پھر ان دونوں اکابرینِ اُمت، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہم نے کیا کیا۔ یہ بھی پڑھ لیجیے۔

فندما علی مَسِیرِهِمَا وتابا منه بین یدیه، رحمة الله علیه.
(ایضاً)

سو یہ دونوں حضرات اپنے اس جانے کے عزم پہ نادم ہوئے اور اپنی رائے سے رجوع کیا۔ یہ اچھا مشورہ دینے پہ عبدالرحمٰن ابن غنم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

اس روایت سے جہاں اس عقیدے کی تائید ہوتی ہے جو آئمہ اھل السنۃ رحمہم اللہ نے بیان فرمایا ہے وہاں ہمیں یہ اخلاقی سبق بھی ملتا ہے کہ کوئی بھی شخص جو اپنے مقام اور عمر میں ہم سے کتنا ہی چھوٹا، کیوں نہ ہو، اگر ہماری کسی لغزش اور کوتاہی کی نشاندہی کرے تو ہمیں بلا تامل حق کے سامنے، سر جھکا دینا چاہیے۔

یزید، اس کے ساتھیوں، ان کے اعمال کی مدح سرائی اور اہلِ بیت کرام اور شہدائے کربلا رضی اللہ عنہم پر تنقید ''ان ناصبیوں کا'' شعار بن گئی ہے حالانکہ اھل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کی ترجمانی کرتے ہوئے حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

ففضل أهل البيت وذم من حاربهم أمر مجمع عليه عند علماء السنة وأكابر أئمة الأمة (مرقاة المفاتيح، كتاب المناقب والفضائل،الفصل الثاني، ذيل رقم الحديث:٦١٥٥، ج:١٠، ص:٥٣٤)

سو اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف کرنا اور جن لوگوں نے ان سے لڑائی کی ہے ان کی خطا کا بیان کرنا ایسا عقیدہ ہے جس پر اس اُمت کے اکابر اور اھل السنۃ والجماعۃ کے علماء کا اجماع ہے۔

یہ نواصب جس طرح اکابرین علمائے اھل السنۃ والجماعۃ کثر اللہ سوادھم دیوبند کو بدنام کر رہے ہیں، ان مکائد کی تفصیل جاننے کے لیے حضرت الاستاذ مولانا عبدالرشید صاحب نعمانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا غور سے مطالعہ کرنا چاہیے۔

ہمارے ملک میں دیوبندیت کو ان نواصب کے علاوہ جس مسلک یا عقیدے نے بہت نقصان پہنچایا ہے، وہ وہابیت ہے۔اسی کا اثر ہے کہ اب بیعت کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔اس مسلک کے علماء بھی اب اول تو بیعت نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں تو ذکر اور سلوک کے اسباق کی طرف توجہ نہیں دیتے ۔اولیاء اللہ کا توسل، اہل اللہ کا ادب، شعائر اللہ کا احترام اور چھوٹے بڑے کی تمیز اٹھ جانے کا ایک سبب وہ وہابیت کا اثر ہے، جو ہمارے مدارس میں گُھس آئی ہے اور توحید کے نام پر طلباء، حضرات اولیاء کرام رحمہم اللہ کو گستاخ آمیز جملوں کا نشانہ بنانے لگے ہیں۔

تیسری خرابی یہ ہے کہ جن بدعات کے ردّ پر ہمارے اکابرین اھل السنۃ والجماعۃ نے تقریباً ڈیڑھ سو برس خم ٹھونک کر جہاد کیا، اب وہی بدعات ان نام نہاد سنیوں، صوفیوں، دیوبندیوں نے اپنالی ہیں۔ مثلاً اکابرین اھل السنۃ والجماعۃ رضی اللہ عنہم ہمیشہ دن منانے کے خلاف رہے لیکن اب خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے باقاعدہ دن منائے جاتے ہیں اور اس بات کی ترغیب وسعی نامبارک بھی کی جاتی ہے۔ محرم ۱۴۳۲ھ یہ پہلا سال ہے کہ اپنے آپ کو سنی اور دیوبندی کہنے والے علماء کرام نے اسلام آباد میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نام پر ایک باقاعدہ جلوس نکالا ہے۔شیعہ حضرات دس محرم مناتے ہیں اور انہوں نے یکم محرم منایا ہے۔

تیجہ اور چالیسواں جو ہمیشہ بدعت قرار دئے جاتے رہے اب دیوبندی اور اھل السنۃ والجماعۃ کہلانے والے علماء ان رسومات میں شریک ہونے لگے ہیں۔ بڑے بڑے علماء اور مشائخ کے سوئم ہوتے ہیں اگر یہ سب کچھ جائز ہے، تو یہ اکابر رحمہم اللہ آخر کس بات پر، ان اعمال کو بدعت قرار دے کر طعن و تشنیع کا نشانہ بنتے رہے کون نہیں جانتا کہ گنگوہ میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس ہوا کرتا تھا اور جن دنوں میں یہ بدعت ہوتی تھی، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، جب تک ان کی صحت اجازت دیتی رہی، یہ قصبہ گنگوہ چھوڑ کر کہیں اور تشریف لے جایا کرتے تھے۔

وہ اکابر علماء اھل السنۃ رحمہم اللہ بدعت تو درکنار، اہل بدعت سے تشابہ تک سے اتنے گریزاں تھے کہ محرم الحرام میں سیاہ کپڑے پہننے پر نکیر فرماتے تھے اور آخر کوئی تو وجہ تھی کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نامور خلیفہ حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دوبارہ دورہ حدیث پڑھنے کو کہا جب کہ وہ دورہ حدیث ایک مرتبہ مکمل کر کے تھانہ بھون حاضر ہوئے تھے۔

اور ایک اور بدعت جسے اکابرین امت رحمہم اللہ نے حرام قرار دیا ہے اور اسے ''خیانت'' کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے، اب دیوبندی مدارس اور خانقاہوں کی رونق بن گئی ہے۔ کسی بھی مدرسے کے مہتمم عالم دین ہیں یا کسی بھی خانقاہ کے شیخ، صاحبِ مسند وارشاد ہیں تو اُن کے انتقال پر اہتمام اُن کے صاحبزادے اور خانقاہ، شیخ کے صاحبزادے کے حوالے کر دی جاتی ہے ہونا تو یہ چاہیے کہ اگر ان عالم دین کا بیٹا عالم دین ہے یا شیخ نے اپنے بیٹے کو تکمیل سلوک و مراقبات کے بعد اجازت دی ہے اور وہ دونوں ان ہر دو مناصب کے اہل ہیں، تو پھر وہ اپنی قابلیت کی وجہ سے اس مدرسے یا خانقاہ کو سنبھال لیں۔ یہ طریقہ بالکل درست اور جائز ہے لیکن اب ہو یہ رہا ہے کہ یہ شرعی مناسب (اہتمام اور مشیخیت) بطور وراثت منتقل ہو رہے ہیں۔ عالم دین کا بیٹا عالم ہے یا نہیں، حضرت مہتمم صاحب کے بعد اسے ہی مہتمم بنا دیا جائے گا اور حضرت شیخ کے انتقال پر ان کے بیٹے کی ہی دستار بندی ہو جائے گی، خواہ

اس نے سلوک طے کیا ہو یا نہیں اپنے والد مرحوم سے صاحب اجازت ہو یا نہ ہو، خانقاہ اسے وراثت میں مل جائے گی۔

یہ دونوں عہدے شرعی ہیں اور انہیں غیر اہل لوگوں کے سپرد کرنا حرام، ناجائز اور خیانت ہے۔ جو لوگ ان بدعات میں ملوث ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں یقیناً مجرم ٹھہریں گے۔ کیونکہ مدرسے کے مہتمم صاحب لوگوں کو مسائل بھی بتائیں گے اور وقف شرعی میں تصرفات بھی کریں گے اور یہ دونوں کام اور مدرسے کا اہتمام جس علم اور تقویٰ کا متقاضی ہے، جب وہ ان میں نہیں ہوگا تو پھر لوگ مسائل کے اعتبار سے گمراہ ہوجائیں گے اور لوگوں کا مال بھی ضائع ہوجائے گا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں حساب دینا پڑے گا۔ خانقاہوں کا بھی یہی حال ہے کہ شیخ وقت اور صاحب سجادہ رحمہ اللہ کے وہ خلفاء جنہوں نے سلوک ومراقبات کے اسباق ومنازل طے کیں۔ برس ہا برس ریاضت ومجاہدہ کی بھٹی میں تپ کر، کندن ہوکر نکلے، ان کو کوئی نہیں پوچھتا اور حضرت شیخ کے صاحبزادے جنہوں نے اپنے والد محترم سے سلوک کا ایک سبق طے نہیں کیا اور جنہیں مراقبہ معیت میں معیت باری تعالیٰ کے بلاکم وکیف ہونے تک کا علم نہیں، والد مرحوم کے بعد خانقاہ کے شیخ وہی ہیں، کیوں؟ اس لیے کہ ان کے والد مرحوم شیخ تھے۔ اس صورت حال میں ہزاروں سالکین اس ناقص صاحبزادے سے رجوع کرکے تزکیے کی دولت سے محروم رہیں گے۔ ظاہر میں پیری مریدی ہوگی لیکن حقیقت میں اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی راہ ماردی جائے گی۔

اب ہمارے ہاں ان عہدوں کی منتقلی بر بنائے وراثت ہورہی ہے نہ کہ بر بنائے اہلیت۔

یہ بدعتیں پچھلے دور میں ان کے ہاں ہوا کرتی تھیں، جنہیں اہل السنۃ والجماعۃ دیوبندی علماء کرام کثر اللہ سوادھم، بدعتی کہتے تھے اور اب ہمارے اپنے علماء ومشائخ کے انتقال کے بعد، یہی حرام کام اور بدعتیں خود دیوبندی مدارس اور خانقاہوں میں ہورہی ہیں، یہ ظلم نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں کیا ان بدعات کے ارتکاب اور وقف میں خیانت پر کوئی سزا نہیں ملے گی؟ دیوبندی مدارس کے زوال اور خانقاہوں کے اجڑ جانے کی ایک وجہ، اس بدعت کا ارتکاب بھی ہے۔

حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نوراللہ مرقدہ کے خاندان میں پیری مریدی کا سلسلہ ایک عرصہ سے چلا آتا تھا اور ان کے خاندان کے بہت سے صاحبزادگان بغیر سلوک طے کیے اور بغیر کسی کامل کی اجازت وخلافت کے بیعت وارشاد کے سلسلے کو جاری رکھے ہوئے تھے۔ حضرت مدنی قدس سرہ کی نانی صاحبہ، جو کہ اس خاندان میں سے ہی تھیں اور سلوک وتصوف کو سمجھتی تھیں، انہوں نے حضرت مدنی قدس سرہ کے والد مرحوم اور اپنے داماد یعنی سید حبیب اللہ صاحب کو باصرار فرمایا کہ

> تمہارے خاندان سے روحانی ترقی اور نسبت اولیاء ختم ہوگئی ہے اور بغیر بیعت وخلافت کے مرید کرنا بڑی معصیت اور مواخذہ آخرت کا سبب ہے۔ تمہارے خاندان کے لوگ بلاکسی نسبت وخلافت کے پیری مریدی کرتے ہیں مگر تمہیں کسی مرشد کامل سے تعلق پیدا کر کے اصلاح باطن اور تربیت روحانی کی طرف پوری توجہ کرنی چاہیے۔
>
> (شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ ایک تاریخی اور سوانحی مطالعہ۔ زیر عنوان: مولوی سید حبیب اللہ صاحب، ص: ۳۵)

چنانچہ جناب سید حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر نہ صرف یہ کہ خود باقاعدہ بیعت کی اور اذکار ومراقبات کیے بلکہ اپنی اہلیہ محترمہ رحمۃ اللہ علیہا کو بھی حضرت گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کروایا اور اس طرح سے حضرت اقدس مدنی نوراللہ مرقدہ کا تعلق سلسلۂ نقشبندیہ سے بھی بنتا ہے اس لیے تصوف میں اھل السنۃ والجماعۃ کا یہی مسلک تھا اور ہے، جو کہ حضرت مدنی قدس سرہ کی نانی صاحبہ رحمہا اللہ نے سمجھا اور بیان فرمایا تھا۔[1]

مگر اب ہمارے دیوبندی حلقوں میں محض کسی بھی حضرت والا تبار کا بیٹا ہونا کافی ہے، خواہ سلوک وتصوف

---

[1] اس واقعے کو خود حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو مکتوبات شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ، مکتوب نمبر ۱، حصہ اول، ج: ۱، ص: ۸

کی ہوا بھی اسے نہ لگی ہو۔ نہ اُسے یہ معلوم ہو کہ پاس انفاس اور سلطان الاذکار کیا ہے اور نہ اسے یہ معلوم ہو کہ مراقبۂ ذات اور دائرہ لاتعین میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ جب وہ خود اس راہ کا سالک ہی نہیں رہا تو اب محض صاحبزادگی سے سالکین کی رہنمائی کا فریضہ کیسے انجام پائے گا؟

آج سے سات سو سال پہلے بھی اسی کاروبار کا رواج تھا۔ یہ سراغ ملتا ہے کہ اھل السنۃ والجماعۃ کے نام پر ان پڑھ لوگ اپنے آپ کو مولوی اور جاہل صوفی اپنے آپ کو مرشدِ کامل سمجھنے اور باور کرانے کی اس بدعت کا ارتکاب کیا کرتے تھے اور شرعی عہدے نااہلوں کو وراثت میں منتقل ہوتے تھے لیکن اس وقت کے حقیقی علماء اور مشائخ اھل السنۃ والجماعۃ نے بھی اس بدعت کے خلاف آواز بلند کی تھی۔

اہل علم میں مشہور و معروف مالکی فقیہہ اور امام حضرت شہاب الدین احمد بن ادریس القرافی رحمۃ اللہ علیہ نے جن کا انتقال ۶۸۴ھ میں ہوا، انہوں نے اصول فقہ پر مشتمل ایک لاجواب کتاب ''کتاب الفروق'' تحریر کی ہے جس میں انہوں نے بدعت کی پانچ قسمیں بیان کی ہیں اور دوسری قسم میں ان بدعات کو لائے ہیں جو کہ بالکل حرام اور ناجائز کے درجے میں پہنچ جاتی ہیں اور تحریر فرماتے ہیں:

(القسم الثانی) محرم وهو بدعة تنا ولتها قواعد التحريم، وأدلته من الشريعة كالمكوس، والمحدثات من المظالم المنافية لقواعد الشريعة كتقديم الجهال على العلماء، وتولية المناصب الشرعية من لا يصلح لها بطريق التوارث وجعل المستند لذلك كون المنصب كان لأبيه، وهو فى نفسه ليس بأهل.

(ج:٤، ص:٣٤٦)

اور دوسری قسم کی بدعات وہ ہیں جو حرام کے درجے میں ہیں، اور وہ ایسی بدعات ہیں جن پر شرعی دلائل کے مطابق حرام ہونے کا حکم لگایا جائے گا جیسے کہ عوام پر ٹیکس لگانا اور وہ نئے نئے کام کرنا جو ظلم پر مبنی اور شریعت کے اصولوں کے خلاف ہوں۔ جیسے جاہلوں کو علماء کرام پر ترجیح دینا۔ اور شرعی عہدوں کا وارث ایسے نااہل لوگوں کو بنا دینا جو ان عہدوں پر فائز ہونے کے قابل نہیں تھے لیکن چونکہ یہ عہدہ ان کے والد کے پاس تھا اس لیے بیٹے کو بھی اس کے والد کا مقام دیا گیا جب کہ وہ خود سے اس عہدے کا اہل نہیں تھا۔

اس مندرجہ بالاعبارت کی روشنی میں اھل السنۃ والجماعۃ دیوبندی علماء اور مفتیان کرام غور فرمالیں کہ کہیں ہمارے مدارس اور خانقاہیں اس کی زد میں تو نہیں آ گئیں اور کہیں ہم بھی ان بدعات کے ناصر ومؤید تو نہیں بن رہے؟

کون ہے جس نے حقیقی علم کی عطر بیز ہوا سے لطف اٹھایا ہو اور حضرت امام ابواسحٰق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی نہ سنا ہو۔ انہوں نے بھی اس ''بدعت محرمہ'' کا رونا رویا ہے اور نااہل لوگوں کو مناصب شرعیہ پر فائز کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔[1]

حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اصلِ ایمان ہے اور کون ایسا مسلمان ہے جو اس محبت کی حرارت اپنے دل میں محسوس نہیں کرتا لیکن بدعات میں انہماک اور سنت وبدعت کی حدود نہ پہچاننے کی وجہ سے اب ہم دیوبندیوں کا یہ عشق نبوی بدعتیوں جیسے ہونا لگا ہے اپنے علماء اور مشائخ کے عمل کو کتاب وسنت کے مقابلے میں لانے لگے ہیں اور اپنے اور اپنے مشائخ کے خوابوں کو عملی طور پر شرعی دلیل سمجھے بیٹھے ہیں یہ سب باتیں اھل السنۃ والجماعۃ کے مسلک سے لگا نہیں کھاتیں۔

جو شخص یہ چاہے کہ سنت اور بدعت کے فرق کو جانے تو اُسے چاہیے کہ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الاعتصام''، حضرت مولانا محمد اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''ایضاح الحق الصریح''، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''مطرقۃ الکرامہ'' اور ''تذکرۃ الرشید'' میں جو خط وکتابت حضرت گنگوہی اور حضرت تھانوی رحمہم اللہ کے درمیان ہوئی ہے، اُسے غور سے پڑھے۔

ہمارے علم وتصوف کے سلسلے کے جدامجد حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو بدعات سے اتنی وحشت اور نفرت تھی کہ اپنے مکتوبات شریف میں ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

سنت و بدعت ضد یکدیگراند وجود یکے — سنت اور بدعت بالکل ایک دوسرے کے آمنے

---

[1] ملاحظہ ہو۔الاعتصام ، الباب الثالث، فی أن ذم البدع والمحدثات عام لایخص محدثة دون غیرها.فصل : ومما یورد فی هذا الموضع أن العماء قسموا البدع بأقسام أحكام الشریعة الخمسة ، ج:۱، ص:۳۲۲

مسلزم نفی دیگر یست پس احیائے یکے مستلزم اماتت دیگرے بوواحیائے سنت موجب اماتت بدعت است

سامنے ہیں،ان میں سے اگرایک چیز موجود ہوگی تو دوسری نہیں ہوگی۔ایک کی زندگی دوسری کی موت ہےاور سنت کوزندہ کرنے سے بدعت مرتی ہے۔

(مکتوبات امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی سرهندی رحمة الله علیه ،دفتر اول، حصه :چهارم ، مکتوب نمبر :۲۵۵، ج:۱،ص:٦٤)

ہم خدام اھل السنۃ والجماعۃ ،سب کے لیے،لمحہ فکر یہ ہے کہ دیو بندیت کے نام پہ یہ کیا کچھ ہورہا ہےاور یہ کیا گُل کھلائے جارہے ہیں؟ سنت وبدعت کا فرق مٹایا جارہا ہے اور اہل بدعت کے اعمال سے بیزاری کے اظہار میں کمی واقع ہورہی ہے۔

حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدراور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہما کے دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد اب کون ہے جو اس نئی نسل کوسنت اور بدعت کا امتیاز سکھلائے؟ کون ہے جو آئمہ اھل السنۃ والجماعۃ کو ناصبیت کے علمبرداروں سے ممتاز کرے؟۔حضرت اقدس مولانا خان محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ شریف ہمیشہ بدعات سے پاک رہی اور تصوف کے نام پہ جو گمراہیاں دیوبندی حلقوں میں،در آئیں،ان کی بوتک اس پاک خانقاہ میں جگہ نہ پاسکی۔ وہ اپنے عقیدے،علم،عمل اورطریقت ہر ہر میدان میں اھل السنۃ والجماعۃ کے قائدرہے۔اب اس ملک میں اتنا قدآور''مرد'' کون ہے،جس کودیکھ کراتباع سنت اوررڈبدعت کاسبق سیکھا جاسکے۔

اب کہیں خال خال،کونوں کُھدروں میں صرف چند ہستیاں باقی ہیں، جواھل السنۃ والجماعۃ کے ٹمٹماتے چراغ ہیں۔اب یہ ان کا فریضہ ہےاورانہیں چاہیے کہ وہ اُٹھیں اوراس دیوبندیت کی تطہیر کریں۔یہ صاف صاف تحریرفرمادیں کہ اھل السنۃ والجماعۃ دیوبندی ہونے کا معیار کیا ہے اھل السنۃ والجماعۃ کون ہیں اوراہل بدعت کون ہیں، جوکم علمی اور بدعملی کے باوجود سُنی ،دیوبندی ہونے کی مدعی ہیں۔

....